۷۸۶

عرض حال

بخدمت عالی جناب ہز ایکسیلنسی رائٹ آنریبل سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

جناب عالی ۔ مختلف طریقوں سے جو پروپگنڈا کیا جا رہا ہے اس کا مقصد عام طور پر یہ غلط خیال قائم کرانا ہے کہ چونکہ حیدرآباد ایک اسلامی ریاست ہے اس لئے وہاں ہندو رعایا کے مقابلہ میں مسلمان رعایا کو زیادہ مراعات حاصل ہیں۔ مگر واقعات پر تحقیقی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت بہ آسانی آشکار ہو جائے گی کہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ امر واقعہ [illegible] کہ حکومت حیدرآباد کی جانب سے معاشی، مذہبی اور دیگر امور میں مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کے مفاد کا خیال رکھا گیا ہے۔ جب ذیل واقعات سے اس حقیقت کی وضاحت پورے طور پر ہوگی۔

معاشی

(۱) ہندو لاولد فوت ہوں تو اُن کی معاشیں (بذریعہ تبنیت) ایک دوسرے ہندو پر بحال کر دی جاتی ہیں۔ حالانکہ ایسی ہی صورتوں میں مسلمانوں کی معاشیں داخل سرکار کر لی جاتی ہیں۔

(۲) مسلمانوں کی مشروط معاشیں (شرط خدمت باقی نہ رہنے کے عذر پر) شریک خالصہ کر لی جاتی ہیں لیکن ہندوؤں کے مشروط معاشیں یعنی معاشہائے دیشمکھی ـ دیسپانڈیہ گری سمتانات و رسوم وغیرہ (شرط خدمت باقی نہ رہنے کے باوجود) اُن پر بحال ہو جاتی ہیں۔

(۳) مسلمانوں کے منصبوں میں عمل وضعات جاری کیا گیا جس سے لاکھوں روپیہ کی آمدنی سے وہ محروم ہو گئے مگر ہندوؤں کے لاکھوں روپیوں کے نقد رسوم ملی مالیہ اُن پر قائم رکھے گئے۔

(۴) قانون گوئی کا کام اب باقی نہیں رہا ہے۔ مگر قانون گوئی کا نقد رسوم ہندوؤں پر بحال ہے۔

(۵) مسلمانوں کے لئے کوئی سیول عہدہ موروثی نہیں رکھا گیا۔ مگر تقریباً تمام دیہی

عہدے جن کی تعداد (۶۶ ہزار ہے) ہندوؤں پر برقرار رکھے گئے ہیں۔

(۶) لاکھوں روپیہ کے تقاوی، لاکھوں روپیہ کے ہر سال معافیات جمعبندی اور اس کے علاوہ لاکھوں روپیہ کے یکمشت معافیات کاشتکاروں کے مفاد کے مد نظر دی جاتی ہیں۔ جس سے ہندو ہی زیادہ مستفید ہوتے ہیں جیسا کہ سلور جوبلی کے موقع پر (۴۰) لاکھ کی معافی سے تقریباً ہندو ہی مستفید ہوئے۔

(۷) امداد باہمی کا وسیع سررشتہ کاشتکاروں کے مفاد کی خاطر ہی قائم کیا گیا ہے جس کا تمام و کمال فائدہ ہندو ہی حاصل کرتے ہیں۔ جس کا بجٹ (۶) لاکھ ہے۔

(۸) مسلمانوں کے صدہا سالہ مروجہ عمل بلوطہ کو محض ہندوؤں کے مفاد کے خاطر ان کی مرضی پر چھوڑ کر تقریباً مسدود کر دیا گیا ہے۔

اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کا تمول (۱۰۰) سو سال سے بدستور قائم ہے اور مسلمانوں کی مالی و فوجی معاشیں و صرف نواب مختار الملک بہادر مرحوم کے زمانہ سے اس وقت تک) ۱۰ لاکھ ۶ ہزار ۹ سو چھ میں روپیہ بارہ آنہ آٹھ پائی کی ان کے پاس سے نکل گئیں۔

مذکورہ امور کا اثر مسلمانوں کی معاشی حالت پر یہ مرتب ہوا کہ عدالت ہائے دیوانی سے جو ڈگریاں صادر ہوتی ہیں ان میں ۹۰ فیصدی مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ نیز افلاس و تنگدستی کی وجہ سے دیہی مسلمانوں میں جرائم بھی بڑھ رہے ہیں۔ اور اس افلاس کی بدولت ان کی تعلیمی اور جسمانی حالت کمزور ہو رہی ہے اور بچوں کے اموات وغیرہ میں زیادتی ہے۔

مذہبی

(۹) ہندوؤں کے مذہبی جذبات کے احترام کی خاطر مسلمان قربانی گاؤ کے مذہبی حق سے محروم کئے گئے۔

(۱۰) سکھوں کی خاطر نانڈیڑ کی قدیم عیدگاہ حکماً بند کر دی گئی۔ اور ایک مسلمان بزرگ کی

(۱۱) ہندوؤں کے پوجا پاٹ، جاتراؤں کے انصرام، پجاریوں کے تقرر۔ دھرم سالوں کے مصارف کے لئے حکومت نے جو مذہبی معاشیں ہندوؤں کو دی ہیں، وہ مسلمانوں کے مقابلے میں بقدر (۱۰۵) ہزار ۱۱۹ روپیہ زیادہ ہیں۔ ملاحظہ ہو رپورٹ امور مذہبی۔

(۱۲) مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کے آثار قدیمہ کی حفاظت پر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے (۳) لاکھ ۲۴ ہزار اور ہندوؤں کے لئے (۵) لاکھ ۹۴ ہزار خرچ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو رپورٹ آثار قدیمہ۔ من ابتدائے ۱۳۲۲ف لغایتہ ۱۳۴۲ف

(۱۳) مساجد سے زیادہ مندروں کے تعمیر کی اجازت دی جاتی ہے۔ چنانچہ من ابتدائے ۱۳۳۶ف لغایتہ ۱۳۴۱ف منادر (۳۹۲) تعمیر ہوئے اور مساجد (۱۹۳)۔ ملاحظہ ہو رپورٹ امور مذہبی ۔۔۔۔۔

(۱۴) مسلمانوں کے لئے نماز کی جگہ بغیر اجازت سرکار قائم نہیں ہو سکتی۔ مگر ہندوؤں کے لئے چار مینار پر اور عثمانیہ ہسپتال کی جدید دیوار پر بلا اجازت پوجا پاٹ کے عمل کو قائم رکھنے دیا جاتا ہے۔

(۱۵) مسلمانوں کے مذہبی خدمات قضاءت۔ درگاہ جات وعاشور خانہ جات وغیرہ کی معاشیں ہندوؤں کے نام بحال ہیں جن کی تعداد (۱۲۵) ہے۔

(۱۶) مسلم واعظین بغیر حصول اجازت وعظ نہیں کر سکتے۔ مگر ہ[illegible] واعظین اس قید سے مستثنیٰ ہیں

(۱۷) سرحدی مسلمان ریاست میں اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ مگر سرحدی ہندو بغیر روک ٹوک کے آ سکتے ہیں۔

(۱۸) ہندوؤں کے عذر پر مساجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور تعمیر ہو رہی ہو تو بھی روک دی جاتی ہے۔ چنانچہ موضع گرپلی تعلقہ حدگاؤں میں تعمیر مسجد کی اجازت نہیں دی گئی۔ خود دار السلطنت میں عابد روڈ والی قریب التکمیل مسجد صرف پجاری کے عذر پر روک دی گئی۔

(۱۹) مساجد کو شہید و بے حرمت کرنے والے ہندوؤں کو بری کر دیا جاتا ہے جیسا کہ مساجد

پون دون تعلقہ پالم۔ مسجد لنگ گلبرگہ۔ مسجد سداسیونگر تعلقہ کاماریڈی۔ مسجد کنشٹو تعلقہ اودگیر کے معاملہ میں ہوا۔

(۲۰) مساجد شہید ہوں اور درگاہ و مساجد سے کوئی چیز ٹوٹ جائے یا سرقہ ہوجائے تو سرکار اس کا بدل نہیں دیتی۔ مگر ایسی ہی صورتوں میں مندوں کو سرکار اس کا بدل کردیتی ہے۔ مثال کے طور پر دیول گلبرگہ شرن بسپّا اور دیول بخشی گنج کی مورتیاں سرکار سے بنا کردی گئیں اور مرمت کیلئے (۲۵) ہزار روپیہ حکومت نے خرچ کیا۔ حالانکہ مذہب اسلام کی رو سے صریح ناجائز بلکہ حرام ہے۔

(۲۱) حکومت کی جانب سے ہندوؤں کے مقامات عبادت کا بالکل اسی طرح احترام کیاجاتا ہے جس طرح مساجد کا۔ چنانچہ شاہراہوں کی توسیع کے سلسلہ میں کوئی مندر حائل ہوجائے تو اس کو توڑا نہیں [illegible]

(۲۲) مذ[illegible]ی عمارت کے پہلو میں بھی دیول آجائے تو نمایاں بدنمائی کے باوجود اس کو ہٹایا نہیں جاتا جیسا کہ ہائیکورٹ کی عالیشان عمارت کے دونوں پہلوؤں میں دیول قائم ہیں بحالیکہ ہندو مذہب کے لحاظ سے مقررہ رسوم ادا کرکے دیول کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔

(۲۳) اہل ہنود کو ان کے مذہبی وعظ و تبلیغ کرنے کیلئے (۱۷۷۵ - ۱۵ر - ۶ر) روپیوں کی معاشیں دی گئی ہیں۔

(۲۴) ا[illegible]وہ بیرونی ملک کے منادر کے لئے سالانہ (۲۶۴۹۱ - ۸ر - ۶ر) کی امداد بہ صیغہ مذہبی دی جارہی ہے۔

سماجی

(۲۵) حکومت نے اپنی ہندو رعایا کے سماجی اصلاح کی طرف بھی کافی توجہ کی چنانچہ معصوم لڑکیوں کو مرلی (دیوداسی) بنانے کی قدیم رسم کو حکماً مسدود کردیا گیا ہے۔

(۲۶) ایک اہم اصلاح یہ کی گئی ہے کہ بیگار کی قدیم رسم بند کردی گئی۔

(۲۷) ہندوؤں کے خاطر صدہا سالہ زبان فارسی کے بجائے ہندوستانی کو حکومت کی زبان [illegible]

حال میں ازدواج ہنود بیوگاں کا قانون نافذ فرمایا گیا اور اس میں محض ہندوؤں کی اصلاح کی خاطر حکومت کے اس اساسی اصول کو ترک کیا گیا کہ حکومت دھرم شاشتر میں مداخلت نہ کریگی۔

(۲۸) اس حکومت اسلامی میں شاستر کا وہی احترام کیا جاتا ہے جو شرع شریف کے حق میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

(۲۹) سرکاری ادارہ جات کے تقاریب افتتاح وغیرہ میں آیات قرآنی کے ساتھ ہندوں سے بھی اشلوک پڑھوائے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو روئداد عثمانیہ یونیورسٹی ۔ وغیرہ)

(۳۰) مسلمانوں کی طرح ہندوؤں کو بھی اُن کی تمام مذہبی تعطیلیں دی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی تعطیل سے اس طرح استفادہ کرتے ہیں کہ گویا یہ اُن ہی کی [illegible] ہے۔

(۳۱) مسلمانوں کی طرح ہندوؤں کو بھی مقامات مذہبی کی زیارت کے لئے چھ ماہ کی رخصت اور چھ ماہ کی تنخواہ دی جاتی ہے۔

(۳۲) نہ صرف یہ کہ ہندو امرا اور ہندو عہدہ دار ہی ہر سرکاری تقریب کے جزلاینفک ہوا کرتے ہیں، بلکہ ہندو وکیلوں اور ساہوکاروں سے بھی کوئی تقریب خالی نہیں رہتی حتیٰ کہ اُن کو مسلمان امرا و جاگیرداروں کے بالمقابل بالاتر جگہ دینے میں بھی تامل نہیں کیا جاتا۔ اکہ ابھی تاریخی دربار جشن پچیس سالہ میں ہوا۔

(۳۳) یہاں مسلمان عہدہ داروں کا ہندوؤں کے ساتھ مقدمات میں بھی جانبدارانہ سلوک رہا کرتا ہے جیسا کہ مقدمہ ہنگامہ پربھنی میں ہندوؤں کو ضمانت پر چھوڑا گیا۔ لیکن مسلمانوں کو ضمانت پر چھوڑنے سے انکار کردیا گیا۔ جس کی صراحت ہائیکورٹ میں مسلمانوں کے وکیل مولوی سید علیخاں نے کی۔

(۳۴) اس کا دوسرا نمونہ وہ مقدمہ ہے جو ایک (نیچ قوم کی عصمت دری سے متعلق) مشہود علی وکیل ہائیکورٹ کو پانچ سال قید سخت کی سزا دی گئی اور جس میں ایک مسلمان جوان پولیس سے لے کر ایک مسلمان جج ہائیکورٹ تک نے اس لڑکی کی اسی طرح تائید وحمایت کی کہ اگر اس لڑکی کے ہم قوم ہوتے بھی تو اتنا ہی کرتے۔

(۳۵) ہندوں کے ساتھ بطور رعائت خلاف قانون عمل کرنے میں بھی تامل نہیں کیا جاتا۔ مثلاً کورٹ آف وارڈز میں (بہ زمانہ نگرانی) کسی مسلمان کا اسٹیٹ کسی عورت یا اس کے رشتہ دار کے قبضہ میں نہیں چھوڑا گیا۔ مگر ہندوؤں کے ساتھ ایسا عمل کیا جاتا ہے جیسا کہ اسٹیٹ نیم چند میں ہوا۔

(۳۶) بموجب قانون کورٹ آف وارڈز ہر نابالغ اور اس کی معاش کو بہ اخذ فی روپیہ ۲؍ نگرانی میں لیا جاتا ہے۔ مگر ہندو وہیں کہ جن کی کفائت و سہولت کے لئے اس قاعدہ کی پابندی ملحوظ نہیں رکھی جاتی جیسا کہ اسٹیٹ جیٹپول۔

(۲) اگر انصاف کوئی چیز ہے تو ہر منصف مزاج کو اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ ہندوؤں کے ساتھ حکومت کی مذکورہ جانبدارانہ پالسی کے باعث اپنا نقصان برداشت کرتے ہوئے بھی مسلمانوں نے محض قیام اتحاد کی خاطر آج تک ایک حرف شکایت بھی زبان پر نہ لایا۔

اور ساتھ ہی ہر انصاف پسند کو اس اسلامی ریاست کی بھی داد دینی چاہیئے کہ یہ اپنی غیر مذہب رعایا کی مذہبی و معاشی خدمت اس طرح کرتی ہے جس کی نظیر کسی ہندو یا عیسائی ریاست میں اس کے غیر مذہب رعایا کے ساتھ نہیں مل سکتی۔ حالانکہ کسی حکومت کے لئے اپنے مذہب کی طرح دوسرے مذاہب کی امداد و خدمت کرنا اس کا فرض نہیں جیسا کہ ابھی ملک معظم جارج ششم کی تاجپوشی میں [illegible] نے سن لیا کہ انہوں نے صرف اپنے مذہب کی حفاظت و امداد کا حلف اٹھایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنے ہندو۔ مسلمان۔ پارسی رعایا کے مذاہب کی حفاظت و امداد بھی کریں گے یا یہ کہ ان کے مذاہب کے ساتھ اپنے مذہب کے مساوی برتاؤ کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خلاف ضمیر وعدہ کوئی ذی عقل انسان یا حکومت نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ مذہب کا تعلق معتقدات سے ہے اور ظاہر ہے کہ معتقدات کی تعمیل و تکمیل کا فرض اس کے معتقدین سے متعلق اور انہیں تک محدود ہوتا ہے خواہ وہ ایک فرد ہو یا حکومت۔ چنانچہ ہر متمدن حکومت کا عمل یہی ہے کہ وہ صرف اپنے مذہب کی حفاظت و خدمت اپنے جان و مال سے کرتی ہے اور اس کی اشاعت و تبلیغ کے لئے روپیہ خرچ کرتی ہے کیونکہ یہ اس کا فرض ہے۔ مگر اس کے

ساتھ اپنی رعایا کے مذاہب کی حفاظت یا ان کے عبادات کی ادائی کے انتظام و مصارف پر ایک حبۃ تک برداشت نہیں کرتی بلکہ اُس کو اُس کے پیروؤں کے ذمہ رکھتی ہے جو کہ حقیقتاً انہی کا فریضہ ہے۔ چنانچہ حکومت انگریزی بحیثیت پیرو مذہب عیسوی ہونے کے اپنے مذہب کی تبلیغ اور چرچ کی امداد میں کثیر رقوم دیتی اور مذہب و اہل مذہب کی حفاظت اپنی دولت و حکومت کے ذریعہ کرتی ہے۔ البتہ اُس کی رواداری یہی ہے کہ وہ دیگر مذاہب سے تعرض نہیں کرتی، برخلاف اس کے حیدرآباد ہی دنیا کی وہ واحد اسلامی ریاست ہے جو مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کے معاشی و مذہبی اور تمدنی مفاد کی حفاظت کرتی اور مسلمانوں سے زیادہ ان کے مذہبی اعمال و عبادت کے ادائی میں اطرح مالی مدد دیتی ہے گویا کہ وہ بھی ایک ہندو ریاست ہے۔

ت۔ ہم اپنے اصلی ملکی (نکہ قانونی ملکی) ہندوؤں کے نسبت یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ حکومت کے مذکورۂ بالا اوصاف رواداری و پرورش کے ممنون و قائل ہیں اور پر امن زندگی کے سوا اور کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ وہ اور ہم لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کی جان کے دشمن بننے اور بے اطمینانی اور بدمزگی کی فضا میں سانس لینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حیدرآباد کے اس ہندو مسلم اتحاد کی مثال کسی دوسری جگہ ڈھونڈھے سے بھی نہ مل سکے گی یہاں کے ہندو مسلمانوں کے محبت و خلوص کی ایک [illegible] مثال دیکھنی ہو تو کسی ایک محلہ میں چلے جائیے۔ جہاں ایک دوسرے کی چھت سے چھت دیوار سے دیوار دروازہ سے دروازہ ملا ہوا ہونے کے باوجود اپنے گھروں میں اس طرح اطمینان و چین سے بسر کرتے ہیں گویا کہ وہ اپنے ہی برادری میں ہیں۔ اس کی وجہ صرف شاہان آصفیہ کی فیاضانہ و ہمدردانہ حکمرانی اور مسلمانوں کے بے تعصبانہ و برادرانہ جذبات کی موجودگی ہے۔ مگر اب چند مہاسبھائی و آریائی ذہنیت کے اشخاص (جن میں زیادہ تر بیرونی اصحاب ہیں) اپنے ذاتی اغراض کی خاطر باہمی اعتماد و اطمینان کی نعمت کو ہم سے چھیننا چاہتے ہیں۔

یہ کون لوگ ہیں

ان کی حقیقت کو ہم ہندو رعایائے سرکارعالی کے زبان ہی سے ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی سابق کوتوال بلدہ نے ۲۶ رامرداد ۱۳۴۳ف کو مجلس صفائی بلدہ میں بیان کیا ہے کہ:۔

"حیدرآباد کی ساری جماعتوں میں اتحاد و مودت ہے۔ البتہ بعض اوقات چند شریر النفس اس میں رخنہ اندازی کی کوشش کیا کرتے ہیں"

اس کے بعد [illegible] بصری شہادت مسٹر نرسنگ راؤ مالک وایڈیٹر "رعیت" کی ہے۔ جنہوں نے اپنے اخبار رعیت [illegible] مورخہ ۲۰ رخورداد ۱۳۴۲ف میں لکھا ہے کہ:۔

"یہاں کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات مثل شیر و شکر رہے ہیں۔ خودغرض اشخاص فرقہ وارانہ کشاکشی میں مبتلا کر رہے ہیں"

دیگر متعدد ملکی ہندو اصحاب کا بیان یہ ہے کہ:۔

"یہ نہ تو ہمارے نمائندہ ہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق۔ بلکہ یہ خودغرض اشخاص ہمارا نام لے کر خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ وہ بیرونی اشخاص ہیں جو محض شکم پروری کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں اور جو کہ یہاں کے قدیم ملکی روایات اور یہاں کے ہندو مسلمانوں کے میل جول سے لاپرواہ ہوکر مہا سبھائی ذہنیت کے تحت حکومت کی مربیانہ پالسی اور مسلمانوں کے برادرانہ طرز عمل کی ناقدری کرکے فرقہ واری مطالبات اور خلاف واقعہ شکایات کی بنیاد رکھتے جاتے ہیں"

(۱) ملاحظہ ہو بیان مسٹر بی بال کشنا حیدرآبادی رہبر دکن مورخہ ۲۲ رامرداد ۱۳۴۲ف۔

(۲) ملاحظہ ہو پمفلٹ محررہ مسٹر بی۔ وی۔ ہنمنت و مسٹر رامچند رکلیان ساکن گلبرگہ رہبر دکن مورخہ ۱۲ مہر ۱۳۴۲ ف

(۳) ملاحظہ ہو تحریر رعایائے نظام آباد (بعنوان تعلیمی کانفرنس سے رعایا کا تعلق) رہبر دکن مورخہ ۲۶ بہمن ۱۳۴۶ ف

(۴) ملاحظہ ہو مضمون دیسمکھ صاحب ورنگل (بعنوان ویدیائی ذہنیت سے بیزاری) رہبر دکن مورخہ خورداد ۱۳۴۶ ف

(۵) ملاحظہ ہو محضر رعایائے نظام آباد موسومہ صدر اعظم بہادر (بعنوان ویدیائی ذہنیت کی مذمت) رہبر دکن مورخہ ۲۸ خورداد ۱۳۴۶ ف۔

(۶) ملاحظہ ہو بیان مسٹر سدرامپا وکیل رہبر دکن مورخہ ۱۱ امرداد ۱۳۴۳ ف۔ اس بیان کا مندرجہ ذیل حصہ ان اصحاب کی حقیقت پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہوگا۔

"بادشاہان آصفیہ کی رواداری اور انصاف نے گزشتہ ... برس سے ہم کو حیدرآباد میں اس امن و عافیت کے ساتھ رکھا ہے کہ کسی فرقہ کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ ہمارے ساتھ محض اختلاف مذہب کے باعث کوئی سختی یا ظلم کیا جارہا ہے۔ ہندو مسلمان (بھائیوں) کی طرح اپنے ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے۔ مسلمانوں کی عیدوں پر ہندوان کو مبارکباد دینے جاتے اور ہندوں کی عیدوں میں مسلمان ... شریک ہوتے گویا انہیں کی عید ہے۔ مگر برا ہو اس دن کا جس دن کہ ہندو مہا سبھا نے جنم لیا۔

چنانچہ حیدرآباد میں بھی ایک ہندو مہا سبھا بنائی گئی جس کا واحد منشاء اس کے کاروبار سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنا ہے۔ اردو اور ہندی کے سوال کو حیدرآباد میں بھی اٹھایا گیا جو بدیسی زبان نہیں بلکہ اپنے ملک کی زبان ہے جو بقول مسٹر رامچندر کلیان

مندرجہ رہبر دکن مورخہ ۶ر مہر ۴۲ ف مسلمانوں نے محض اپنی (دادی) سے (فارسی زبان) کو نکال کر ایسی زبان کو مروج کیا۔ جس میں عظم ہند کے سارے اقوام کا برابر کا حصہ ہے۔ اور عثمانیہ یونیورسٹی پر اعتراضات محض اس لئے کئے گئے کہ اس کو منافرت کا آلہ بنایا جائے۔ پی پلیس ایجوکیشن کانفرنس قائم کی گئی اور بجائے تعمیر کے تخریب کا کام انجام دیا۔ حیدرآباد میں ان فتنوں کو پیدا کرنے کیلئے پونہ اور اکولہ میں اپنے چیلے پیدا کئے گئے۔ حیدرآباد میں اس فتنہ کو بسر کرنے کی کوشش کی گئی تو بیرون ملک کانفرنسیں کی گئیں۔ (مور) ہندو کمونٹی اپنی سناتن دھرم سبھا کیلئے اعلان کر دیا کہ ہم کو حکومت سے کوئی شکایت نہیں۔ ادی ڈریوڈ چلا رہی ہے کہ ہم اس میں شامل نہیں اور لنگایت قوم نے اپنے عمل اور بیانات سے فتنہ و فساد سے اپنی علحدگی کو ثابت کر دیا؛ بریں ہم ہندؤں کے نام سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اور ان کو اپنے صدیوں (...) مسلمان دوستوں سے تنفر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ ہندؤں کے نام نہاد دوست چاہتے ہیں کہ ہند و بھارت ماتا کی پیٹ پر لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد کا دنگل رچائیں۔۔۔۔ الخ"

ایسی موثر تصدیق و شہادتوں کی موجودگی میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وہ چند لوگ ہیں جو فرقہ وارانہ مناقشے پیدا کرتے رہتے ہیں جس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ حکومت کی نرمی سے حوصلہ پا کر ان چند لوگوں نے صدر اعظم بہادر کے روبرو بصدارت مسٹر ویدیا جن کی نسبت ہند و اخبار ملاپ اور گولکنڈہ پتریکا نے لکھا ہے کہ وہ محض غیر ملکی ہیں) فرقہ واری مطالبات کی بنیاد رکھی۔ جس کے ساتھ ہی ملک کے دیگر نظامات کو جاگ اٹھنے اور حقیقت کو بے نقاب کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

۴۔ ہم محض اظہار حقیقت کی خاطر بطور مثال ہندو ریاستوں کے مقابلہ میں اس اسلامی حکومت کے مربیانہ طرز عمل کے چند نمونے دکھلانا چاہتے ہیں۔

اولاً ملاحظہ ہوں، ہندو ریاست الور۔ فرید کوٹ۔ جنید۔ جے پور۔ جودھ پور۔ بیکانیر۔ میسور وغیرہ کے حالات مندرجہ اخبارات:۔

(۱) جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اذاں دے سکتا ہے نہ عبادت کر سکتا ہے نہ قرآن پڑھ سکتا ہے۔

(۲) جہاں پر کہ مساجد کو گودام و اصطبل کے کام میں لایا جاتا ہے۔

(۳) مساجد میں مندر قائم کئے جاتے ہیں۔

(۴) مساجد بطور مکان رہنے کے لئے ہندوؤں کو دی جاتی ہیں۔

(۵) مساجد ہراج (نیلام) کی جاتی ہیں۔

(۶) سڑکیں بنانے کیلئے مساجد اور قبرستانوں کو مسمار کیا جاتا ہے۔

(۷) اراضی پٹہ پر مسلمانوں کو حق ملکیت نہیں دیا جاتا۔

(۸) جنگلات پر ہندوؤں کو جو حقوق ہیں ان سے مسلمان محروم ہیں۔

(۹) بعض ٹیکس ہندوؤں سے کم مسلمانوں سے زیادہ لئے جاتے ہیں۔

(۱۰) مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی جس وقت چاہے چھین کر ہندوؤں [illegible] دی جاتی ہے۔

(۱۱) ہندو عہدہ داروں کے اجلاس پر ایک ہی نوعیت کے جرم میں ہندوؤں کو کم اور مسلمانوں کو زیادہ سزا دی جاتی ہے۔

(۱۲) بعض مدارس ہندوؤں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔

(۱۳) ایسے واقعات ثابت ہو چکے ہیں جہاں ہندو عہدہ داروں نے مسلمانوں کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے گولیوں کا نشانہ بنایا۔

(۱۴) ہندو ریاست کی ملازمتوں میں مسلمانوں کا جو حال ہے بطور نمونہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۲ء ملاحظہ ہو:۔

(۱) ریاست بیکانیر کی ۲۰ فیصدی وفادار مسلمان آبادی کو اعلیٰ چھوڑ ادنیٰ ملازمتوں میں بھی کوئی حصہ نہیں دیا جاتا۔

(۲) مہاراجہ کے ذاتی اسٹاف۔ شاہی خاندان۔ کابینہ وزارت اور سکرٹریوں میں ایک بھی مسلمان ملازم نہیں۔ ریاست میں جس قدر محکمے ہیں کسی میں بھی کوئی مسلمان دکھائی نہیں دیتا۔ صرف تحصیل داروں میں دو مسلمان ہیں جن کو پچاس پچاس روپیہ ماہوار دی جاتی ہے۔

مذکورۂ بالا بیان کی مزید تائید میں پنڈت ہری چاریہ شرما شاہ پور کا وہ بیان پیش کرتے ہیں جو کہ ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو اخبار الامان دہلی ۱۱ جون ۳۳ء۔

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی حالت	مسلمان ریاستوں میں ہندوؤں کی حالت
(۱) ہندو ریاستوں میں مسلمان جاتی کے افسر بہت کم ہیں اور حکومت کی باگ ہندو افسروں کے ہاتھ میں ہے۔	(۱) مسلم ریاستوں میں ہندو بڑے بڑے عہدوں کے مالک ہیں۔ ہندو حکام مسلمان نوابوں کے وشواس پاتر ہیں اور ہر وقت ہندو جاتی کو خاص طور سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔
(۲) ہندو ریاستوں [میں مسلمانوں] کو مذہبی آزادی نہیں بعض ریاستوں میں تو مسلمان بکری کی قربانی بھی نہیں کر سکتے	(۲) مسلم ریاستوں میں صرف ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی تک بند ہے اور قربانی کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے۔
(۳) ہندو ریاستوں میں اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ انصاف مہنگا ہے۔	(۳) مسلم ریاستوں میں خود رئیس رعایا کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔
(۴) ہندو ریاستوں میں امتیاز ہے۔ اُردو فارسی سے دشمنی ہے اور مہاراج نے تو اپنی راجیہ میں مسلمانوں کو اچھوتوں کا درجہ دے رکھا ہے۔	(۴) مسلمان ریاستوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے نہ سنسکرت سے بیر ہے نہ ہندی سے، نہ کوئی مذہبی دباؤ ہے۔

(۵) ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی حالت تباہی تک پہنچ گئی ہے ۹۹ فی صدی جاہل اور مفلس وقلاش ہیں۔

(۶) ہندو ریاست بھرت پور۔ الور۔ جے پور۔ بیکانیر اور جودھ پور راجیہ میں سینکڑوں جگہ ہندوؤں نے غریب مسلمانوں سے بائیکاٹ کر رکھا ہے اور اس میں راجیہ کے افسروں کا بھی ہاتھ ہے جو سب کے سب ہندو ہیں۔

(۷) ہندو ریاست جے پور کی جامع مسجد کا دروازہ نہیں بنانے دیتی۔

(۵) مسلمان ریاستوں میں ہندوؤں کو نظام حکومت میں مساوی دخل ہے تعلیمی۔ اقتصادی حالت اچھی ہے۔ ہر طرح کا سکھ چین ہے۔

(۶) کسی بھی مسلمان ریاست میں چاہے وہ (مشہور زمانہ) نظام سرکار (حیدر آباد دکن) چاہے چھوٹی سے چھوٹی ریاست لوہارو ہو۔ کسی جگہ بھی کسی ہندو کو نہ بائیکاٹ کی تکلیف ہے نہ کسی ملّا کا ڈر۔ ہندو پرجا خوشی اور [illegible] کی بانسری بجا رہے ہیں۔

(۷) کسی بھی مسلمان ریاست [illegible] مندر بنانے۔ گردوارے قائم کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ ناندیڑ جو نظام سرکار کی سلطنت میں شامل ہے مثال کے لئے کافی ہے کہ صرف سکھوں اور ہندوؤں کی خاطر نظام سرکار نے سینکڑوں برس کی (پیر) کی قبر کو اکھاڑ کر دوسری جگہ قبر بنوادی [illegible] ین سکھوں کے حوالے کر دی۔ یہ ہے نظام سرکار کا انصاف۔ جب ہی تو لاتعداد ہندو پرجا نظام سرکار کے لئے اپنے دھن من جن نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔

اب ان کے مقابل حکومت حیدر آباد کا سلوک ملاحظہ فرمائیے:۔

یہاں ایک بھی محکمہ ایسا نہیں ہے جس میں ہندو موجود نہ ہوں حتیٰ کہ شہزادوں کے ساتھ رہنے والوں میں بھی وہ شریک ہیں۔ اور شہزادیوں کے ساتھ بھی ہندو خواتین کو رہنے کی عزت دی گئی ہے۔

غیر ملکی ہندوؤں کیساتھ مراعات

حکومت آصفیہ کی یہ مراعات ملکی ہندوؤں کی حد تک ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ بیرون ملک کے ہندوؤں تک بھی اس کا دامن کرم پھیلا ہوا ہے۔ اون کو بھی یہاں ملازمتیں۔عہدے۔ وکالتیں۔زراعت تجارت اور گتتے حاصل کر کے کثیر دولت کے مالک بننے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس کے سابقہ نظائر رائے حکم چند بخشی۔ رگھوناتھ پرشاد۔ مسٹر رنگناتھ نائیڈو۔ رائے مرلیدھر۔ جگموہن لال و مسٹر کشما چاری وغیرہ کے علاوہ فی الحال تعلیمات۔ ریلوے۔ عدالت و دیگر محکمہ جات میں صدہا بیرونی اصحاب موجود ہیں۔

ملازمت

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ملک کو فتح کرنے کے بعد ملک کی زرعی و اقتصادی امور کو اہل ملک کے ہاتھوں میں بدستور برقرار رکھنے کے علاوہ تمام دیہی عہدہ دایاں اور دیسمکھی و دیسپانڈیہ گری وغیرہ خدمات ہندوؤں پر بحال و برقرار رکھے اور موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کے فاتحین کی طرح بہترین اراضی و صنعتوں پر اپنے ہم قوموں کو قابض کرنے کا خیال نہیں کیا بلکہ اُن کے ذرائع معیشت یعنی تجارت۔ زراعت صنعت و حرفت وغیرہ کو ترقی دینے کے سامان بہم پہنچاتے ہوئے اُن ہی کے ہاتھ میں رکھے [illegible] دو کام یعنی دشمن سے ملک کی حفاظت اور نظم و نسق سلطنت اپنے ذمہ لے لیا اور اپنے [illegible] کو صدہا سال سے اس طرح انجام دیتے چلے آرہے ہیں کہ اپنے ہم قوموں سے زیادہ اپنی رعایا کے مفاد کی حفاظت اور اس میں ترقی دینے کے اسباب پر اب تک کار بند ہیں۔

ف ملک کی حفاظت میں اپنے آبا و اجداد کی جان نثاریوں اور ملک کے نظم و نسق کے لئے اپنی خدمت گزاریوں کے باعث پیشہ ملازمت حقیقتاً مسلمانوں کا ایسا ہی "اجارہ" ہوگیا ہے جیسا کہ زراعت۔ تجارت وغیرہ ہندوؤں کا "اجارہ" ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کا قصور ہے جو ہندوؤں کے اختیار کردہ پیشوں میں داخل نہیں ہوے تو یہی جواب اُن ہندوؤں کے لیے بھی ہو سکتا ہے

جو آج مسلمانوں کے پیشہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

جب ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو کسی سررشتہ میں امیدواری کا استحقاق پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی اہل خاندان اس سررشتہ میں خدمت گذار رہا ہو۔ تو پھر کس طرح چھ سو سال کے خدمت گذاروں کی نسل دفعتاً اپنے موروثی استحقاق سے محروم ہو سکتا ہے اور انصاف کے کس نقطہ سے ان کو اس "اجارہ" سے بے دخل کیا جا سکتا ہے۔

ف اس عمل درآمد استحقاق موروثی ۔اور چھ سو سالہ "اجارہ" کے سوا ہر حکومت پہ یہ اہم ترین فرض بھی عائد ہے کہ وہ اپنی رعایا کے معاشی توازن کو بگڑنے نہ دے۔ جس طرح ماں باپ اپنی اولاد میں سے چند کو شکم سیر اور چند کو بھوکا دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح حکومتیں ایک طبقہ رعایا کو مرفہ الحال اور ایک طبقہ کو فاقہ کش دیکھنا پسند نہیں کرتیں۔

اب معاشی توازن کی صورت حال یہ ہے کہ حکومت کے (مربیانہ طرز عمل کے باعث) ہندؤں کی لاکھوں روپیوں کی معاشیں (صدہا) سال سے بدستور ان کے قبضہ میں بلا وضعات رہکر ان کے تمول کو برقرار رکھی ہوی ہیں۔ اور مسلمانوں کی اس وقت تک ۶۷ / لاکھ چھ ہزار ۹ سو چوبیس روپیہ بارہ آنہ آٹھ پائی کی معاشیں داخل سرکار ہوگئی ہیں۔ جس سے عام [illegible] پر ان کا تمول بالکل گھٹ گیا ہے۔ چند شہری مسلمانوں کو چھوڑ کر بالعموم دیہات میں مسلمانو[illegible]ت [illegible]ں ہے کہ ساہوکاروں کے رقوم وصول کرلانے یا کومٹیوں کے لیے غلہ اور گھی فراہم کرنے یا زمینداروں، دیسکھوں، دیسپانڈیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے یا ان کی سواریوں کے آگے دوڑنے کے لیے چار پانچ روپیہ ماہوار پر بسر کر رہے ہیں ہزارہا خاندان ایسے ہیں کہ جن میں کسی فرد کی ملازمت ہی ان کا ذریعہ پرورش ہوا کرتی ہے اور ہزاروں پردہ نشین بے سہارا بیوہ اور یتیم ایسے ہیں کہ جن کے فاقے بعض نیکدل محلہ والوں کی خیراتی روٹی پر ٹوٹا کرتے ہیں۔ جو ہندو مستورات کی طرح نہ تو باہر نکل کر محنت مزدوری کرسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ کہیں خیرات بٹ رہی ہو تو اس سے بھی ہندو مستورات کی طرح وہ استفادہ نہیں کرسکتے۔ دوسری طرف ہم جب شہری مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو

معلوم ہوتا ہے کہ شگفتہ چہروں اور خوش پوشاکی کے باوجود ان کی مالی حالت نہایت ناقص ہے ان کے تقریباً ۹۰ فیصدی اشخاص ہندو ساہوکاروں کے مقروض ہیں اور اپنی محنت کی کمائی ان کی تجوریوں میں بھر کر محض حکومت کے وقار کی خاطر اپنے پوزیشن کو برقرار رکھے ہوے ہیں۔ مذکورہ امور کی دریافت کے لیے ضرورت ہے کہ ایک کمیشن کا تقرر کیا جائے۔

مسلمانوں کے افلاس میں دن بدن اضافے کے اسباب ہی یہ ہیں کہ ایک طرف تو ان کی (۶۲) لاکھ سالانہ کی معاشیں داخل سرکار ہوگئیں، دوسری طرف ان کے واحد ذریعۂ معیشت **ملازمت** میں بھی دوسرے متعدد ذرائع معاش رکھنے والے داخل کیے جانے لگے۔ **حتیٰ کہ بیرون ملک کے ہندو** اصحاب بھی دن بد[illegible] زیادہ تعداد میں یہاں وارد ہوکر نہ صرف تجارت۔ زراعت۔ وکالتیں اور گتے حاصل کرکے کثیر دولت کے تعلقے کے مالک بن رہے ہیں۔ بلکہ ملکی سرٹیفکٹ بآسانی حاصل کرکے ملازمتوں میں بھی روز افزوں داخل ہوتے جارہے ہیں۔ **بیرونی مسلمان** اپنی وضع اور اپنی زبان کے لب ولہجہ سے فوراً پہچان لیا جاتا ہے اور ملکی سرٹیفکٹ سے محروم رہ جاتا ہے۔ **مگر بیرونی ہندو** مماثلت وضع ولباس وزبان کی وجہ سے بہ آسانی ملکی بن جاتا ہے۔ چنانچہ عدالت۔ یونیورسٹی تعلیمات۔ ریلوے۔ تعمیرات وغیرہ محا[illegible]فاتر سرکاری میں ان کی کثیر تعداد موجود ہے۔ **دوسری طرف** ملک کی ہندو جاگیر[illegible]ت وغیرہ میں ان کے کارپرداز اپنے اپنے علاقوں سے مسلمانوں کو بتدریج خارج کرتے جارہے ہیں۔ مثالاً ہم اسٹیٹ راجہ شیوراج کی ایک مختصر تفصیل دیتے ہیں جو گذشتہ چند سال سے متعلق ہے:-

نام مسلم علٰحدہ شدہ	تنخواہ	نام اشخاص تقرر شدہ
(۱) محمد اسحاق صاحب ناظم ضلع	۱۲۵ر	ڈگمبر پرشاد صاحب
(۲) خواجہ کریم الدین صاحب منصف	ما صہ	رائے کیرت چند صاحب
(۳) شہاب الدین صاحب معتمد کمیٹی	ما ر	امرت وشنو صاحب انکے بعد کنج کشور صاحب
(۴) لطف علی صاحب سررشتہ دار صدر محکمہ	صہ	کشن راؤ صاحب۔

(۵) معین الحسن صاحب اہلکار	ﷲعہ	رام ایشور راؤ صاحب
(۶) خورشید علی صاحب سررشتہ دار	للعہ	پانڈو رنگ راؤ صاحب
(۷) روشن علی صاحب ہیڈ کوارٹر	للعہ	رامچندر راؤ صاحب
(۸) محمد شرف الدین صاحب انجنیر	مـعہ	نارائن ریڈی صاحب بال وبکا پوکنبی
(۹) نبی خاں صاحب منتظم امیر پیٹھ	سعہ	لچھما ریڈی صاحب
(۱۰) شریف الحسن صاحب منتظم شاہ پور	للعہ	رین سنگھ راجپوت حال متبدلہ پداپلی
(۱۱) عبدالرزاق صاحب منتظم پداپلی	صہ	رین سنگھ۔
(۱۲) حسن شریف صاحب میر منشی	مسہ	لچھمن را[illegible]احب
(۱۳) محمد عبدالغفور صاحب خوشنویس	سہ	نرہر را[illegible]حب

جدید تقررات

(۱۴) مدھو راؤ صاحب قرابت دار راجہ گر راؤ صاحب (ما ء) ماہوار تحصیل دار امیر پیٹھ۔

(۱۵) ڈاکٹر ڈبلیو نرسنگھ راؤ صاحب داماد راجہ گر راؤ صاحب رکن (ما ء)

(۱۶) کمپونڈر ڈاکٹر خانہ راجہ گر راؤ صاحب کے رشتہ کا داماد ماہوار (سہ)

(۱۷) نرسنگ راؤ صاحب محاسب۔ صدر محکمہ ماہوار (صہ)۔

(۱۸) ہری کشور صاحب (۱۹) منوہر راؤ صاحب (۲۰) امر سنگھ ص[illegible]ب [illegible]ت کہ

ان کے سوا سنا جاتا ہے کہ اضلاع پر ایسے بہت سارے مامور ہوئے ہیں۔ اسی طرح دیگر خانگی ہند و ادارہ جات بینکنگ وغیرہ جیسے کہ رگھوناتھ مل بنک وغیرہ ہے کہ جہاں کے وسیع عملہ میں شائد ایک چپراسی کے سوائے کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

اب غور فرمایا جائے کہ ایک طرف تو ملک کی مختلف سمتوں میں مسلمان اپنے پیشہ ملازمت سے اس طرح محروم ہوتے جارہے ہیں اور دوسرے طرف ہماری حکومت بھی ہندوؤں کے ساتھ غیر ضروری رعایتیں کرکے گزیٹیڈ اور نان گزیٹیڈ خدمات پر ان کو بڑی تعداد میں بھرتی

کرتی جا رہی ہے چنانچہ اس وقت نان گزیٹیڈ و گزیٹیڈ خدمات کے ایک ثلث سے یعنی (۲۶ ہزار) ملازمتوں میں کل ۱۲ ہزار پر ہندو مامور ہیں۔

ہر چند کہ ہندو اپنے موروثی پیشہ جات میں فارغ البالی کے ساتھ مشغول رہنے کے باعث ملازمت کے محتاج نہیں، اور وہ خود اس پیشہ کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔ باوجود اس کے رعایتی نمبرات دے دیکر ان کو منتخب کیا جاتا ہے۔ اور اب سنا جا رہا ہے کہ ہندوؤں کی اور زیادہ تعداد سیول سرویس میں لینے کی خاطر قواعد میں ان کے موافق مرام اس طرح ترمیم کیجا رہی ہے جس سے ان کے داخلہ کا راستہ اور وسیع ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ عمل مسلمانوں کے حق میں کھلا ظلم ہے۔ مسلمانوں کے خستہ حالی کی تصدیق مسٹر وی۔ پی ہنمنت گلبرگوی کے بیان مندرجہ رہبر دکن ۲ شہریور ۴۲ ف و دیکھہ صاحب ورنگل رہبر دکن مورخہ ۲۶ خورداد ۴۶ ف سے ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"اس ملک میں مسلمانوں سے بڑھکر مفلس اور کوئی قوم نہیں حالانکہ یہ فاتح اور حکمران قوم ہے اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں غلبہ اور تسلط ہونا چاہیے تھا۔ ہم غیر مسلم رعایا کو نہ صرف تجارت و زراعت جملہ ذرائع آمدنی پر کاملاً تسلط ہے بلکہ نظام حکومت [illegible] قدر دخل ہے جس سے مسلمانوں کی حکمرانہ حیثیت [illegible] ہو چکی ہے یہ مسلمانوں کی رواداری و مساوات پسندی ہے اور وہ امتیازات قومی کے برقرار رکھنے یا ضائع شدہ کے واپس کرنے کی سعی نہیں کر رہے ہیں۔ ہم کو صاف دلی سے اعتراف کرنا چاہیے کہ مسلمانان ملک نے ہمارے ساتھ مساویانہ اشتراک کیا اور فاتح اور مفتوح کے امتیاز کو مٹا دیا۔"

اب انصاف فرمایا جائے کہ محض حکومت کی مصرحہ بالا جانبداری کے باعث جو اصولاً

ناانصافی کی حدتک پہنچ گئی ہے برادران ہنود مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ذرائع معاش پر قابض رکھے گئے ہیں۔ مسلمان حکومت کے اس نامنصفانہ رویہ پر احتجاج نہ کرکے محض اس رواداری کے تحت ساکت رہے کہ یہ بھی اپنے ہی ایک بھائی کا مفاد ہے تو کیا اس کا یہی صلہ ہوسکتا ہے کہ ایسی رواداری برت کر نقصان اٹھانے والے گروہ کو بھوکوں مارنے کی کوشش کیجائے؟

اس کے علاوہ کیا یہہ حکومت کا ایک اہم فریضہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رعایا کے معاشی توازن کو بگڑنے نہ دے جیسا کہ مزارعین کے پیشہ کی حفاظت کے قوانین بنائے جارہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے اس پیشہ کی حفاظت کا انتظام بھی حکومت کا ایک اہم فریضہ ہے چونکہ یہ ایک پیشہ ورانہ معاشی مسئلہ بھی ہے۔ اگر تناسب آبادی کے لحاظ سے ملاز[illegible] کی خواہش ہے تو ملازمت پیشہ گروہ کے (ذریعہ معاش) کی تقسیم کے ساتھ دوسرے گروہوں کے ذرائع معاش سے بھی حصہ رسدی تقسیم ہونا چاہئے ورنہ متعدد ذرائع معاش رکھنے والوں کی معاشی حیثیت کو برقرار رکھکر (ایک محدود ذریعہ معیشت) رکھنے والوں کے ہی حصہ کے کاٹ کر ان کو دینا یقیناً ظلم ہے۔

بریں ہم یہاں کی اسلامی حکومت مسلسل چھ سو سال سے ہندوؤں کے تمول کو جوں کا توں قائم رکھنے کے باوجود ان کو ذمہ دارانہ خدمات سے بھی بہرہ ور رکھتی چلی آرہی ہے اور اس مشنری میں بلحاظ موزونیت ان کو جوڑ دیتی ہے خواہ وہ بڑے [illegible] ار المہام ہو یا چھوٹے سے چھوٹا اہلکار چنانچہ ہمارے دیکھتے ہوئے دو صوبوں پر دو باری ہندو [illegible]ت کمران رہے۔ دیگر اعلیٰ ترین عہدوں پر متعدد ہندو اصحاب کار فرما رہے ابھی کل کی بات ہے کہ مجلس صفائی کی نائب صدارت پر تین ہندو مسٹر وینکٹ راما ریڈی۔ رائے بشیشور ناتھ۔ پنگل وینکٹ راما ریڈی مسلسل مامور ہوتے رہے۔

کوتوالی بلدہ کی خدمت پر جو مذہبی ضروریات سے مسلمان کا ہونا ضروری تھا۔ کامل (۱۴) سال تک وینکٹ راما ریڈی صاحب مامور رہے۔ مدار المہامی کی خدمت پر مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر جن کی قدامت اور وفاداری مسلّم تھی مامور ہوئے۔ مگر کسی مسلمان کو کوئی اعتراض

نہ ہوا۔ اور اب اعلیٰحضرت کے صرف خاص مبارک کے صدر المہام ایک پارسی ہیں اور اس وقت بھی مسٹر بشیشور ناتھ۔ مسٹر لکشما ریڈی اور مسٹر رام چندر نایک حجان ہائیکورٹ ہیں اور مال کے اعلیٰ خدمات صوبہ داری و تعلقداری پر فی الوقت مسٹر نارائن راؤ۔ مسٹر اکینا تھ پرشاد۔ راجہ دہرم کرن۔ مسٹر برکت رائے۔ اور دیگر مقتدر خدمات پر متعدد ہنود حضرات مامور ہیں۔ اور راجہ شامراج بہادر ممبر کونسل ہیں۔

باوجود اس کے حکومت ہندوؤں کو اس شعبہ میں جو لیتی جاتی ہے آخر اس کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ ایک گروہ کو اس حد تک دینا کہ دوسرا گروہ فاقہ کش ہو جائے انصافاً درست نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اب [illegible] کے ہندو اسٹیٹوں اور اداروں میں مسلمانوں پر باب ملازمت مسدود ہوتا جا رہا ہے۔ اور حکومت بھی ہندوؤں کو بہ تعداد کثیر ملازمت میں لے کر مسلمانوں کے دائرہ معاش کو روز بروز تنگ کر رہی ہے اس لیے مسلمان اپنی مہر سکوت کو توڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اب ہم حکومت سے باادب عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ حکومت کی اس پالیسی کے سبب جو وہ مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کے مفاد پر توجہ رکھتی ہے مسلمان کافی سے زیادہ نقصان اٹھا چکے ہیں اور اب ان کا سکوت خودکشی کے مترادف ہے۔ لہذا ہماری التجا یہ ہے کہ نظر توجہ مبذول فرما کر ہمارے [illegible] کی لبات ذیل کو شرف قبولیت عطا فرمایا جائے۔

(۱) ہمارے [illegible] ذریعہ معیشت (ملازمت) کی حفاظت کی جائے جیسا کہ مزارعین کی حفاظت کے لیے دستور العمل انتقال اراضی و دستور العمل ساہوکاران نافذ کیا گیا ہے مسلمانوں کے اس استحقاق کو جو کہ صدیوں سے حکومت کی ملازمتوں میں چلا آتا ہے ہمیشہ برقرار رکھا جائے اور ہندوؤں کے مطالبات پر غور کرتے ہوئے ان دیہی عہدوں کو نظر انداز نہ فرمایا جائے جو ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ اور جس کو حکومت کا بنیادی اور حقیقی ادارہ کہا جا سکتا ہے۔

(۲) اگر مسلمانوں کے اس ذریعہ معاش کو ہندوؤں پر تقسیم کیا جاتا ہے تو جو ذرائع معاش ہندوؤں کا اجارہ بن گئے ہیں ان میں مسلمانوں کے داخلہ کا انتظام فرمایا جائے۔ اور کمزور فریق کو

...منا) دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۴) ہماری وہ معاشیں جو بوجہ لاولدی شریک خالصہ کر لی گئی ہیں وہ مورث اعلیٰ کے موجود...
...کو واپس کر دی جائیں یا اگر کوئی وارث نہ ہو تو سرکاری نگرانی میں کوئی ادارہ ایسا قائم کیا جائے
...کی آمدنی کو مسلمانوں کی معاشی فلاح پر صرف کرے۔

(۵) شرط خدمت باقی نہ رہنے کے عذر پر جو معاشیں لے لی گئی ہیں (اہل ہنود) کی طرح
...م پر بحال کر دی جائیں۔

(۶) مناصب جو (وضعات کے پہلے) جاری تھے وہ (ہندوؤں کے رسوم کی طرح)
...رانی ورثا پر بحال و جاری رکھے جائیں۔

(۷) مسلمانوں کے آثار قدیمہ کی حفاظت میں ہندوؤں کے برابر حصہ دیا جائے۔ یعنی
...کی تکمیل کی جائے۔

(۸) مسلمانوں کی مذہبی معاشوں میں کم از کم ہندوؤں کے مساوی اضافہ کیا جائے۔

(۹) ہندوؤں کی مسروقہ اشیاء یا نقصانات کی طرح مساجد و درگاہ جات کی مسروقہ
...شیاء اور نقصانات کی تلافی بھی حکومت کی جانب سے کی جائے۔

(۱۰) ہندو مبلغین کی طرح مسلمان واعظین کو بھی ہر وقت حـ[illegible]ـت کی قید سے آزاد
...کر دیا جائے۔

(۱۱) سرحدی مسلمانوں کو سرحدی ہندوؤں کی طرح ممالک محروسہ میں آزادانہ داخلہ کی
اجازت دیجائے۔ فقط

خاکسار

ابوالبیان خواجہ بہاؤالدین حیدرآبادی

معتمد مجلس اتحاد المسلمین

حیدرآباد دکن